

فقہی اختلافات کی حقیقت

عاصم نعیم *

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور انسان کو متنوع اور متعدد روپ عطا کیے۔ نہ صرف زبان، رنگ، نسل، تہذیب و ثقافت اور رحمات میں انسان باہم منفرد ہیں بلکہ عقل و فہم اور فراست و ذہانت میں بھی یکساں نہیں۔ (۱) کچھ لوگوں کو ذہانت و فقاہت کے بلند مقام پر حاصل ہوتے ہیں اور وہ اشیاء کی گہرائی تک پہنچ کر حقیقت کا سارا غم پا لیتے ہیں جبکہ کچھ تخلیقات و ادیہام کے زیر اثر حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور اشیاء کے ظواہر سے ہی آگاہ ہو پاتے ہیں۔ اس لئے انسانوں کے افکار و نظریات میں اختلاف ایک فطری امر اور ایک حد میں ناگزیر ہے۔ علاوه ازیں نسلی، قومی، لسانی اور علاقائی تعصبات، تعلیمی، تدریسی اور فکری منابع کا اختلاف اور آباء و قدما کی اندھی تقليد بھی اختلاف افکار کا باعث ہے۔ بعض اوقات مرغوب اور من پسند اشیاء کی رغبت بھی انسان کو حق و عدل سے ہٹادیتی ہے۔ لہذا اس اختلاف سے نہ تو بچا جاسکتا ہے، نہ اس کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ (۲)

البته دیکھا جائے کہ کون سا اختلاف ناگزیر، اور محدود ہے، اور اور کون سا مصنوعی اور مذموم؟

وہ اختلاف جس میں اخلاقی و بنیادی شرطیں پورے طور پر محو نظر ہیں، نفع بخش اور سودمند ہوتا ہے، جب کہ جس میں یہ شرطیں مفتوح یا ناقص و کمزور ہوں، ضرر و نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ علماء امت میں پیدا ہونے والا فقہی اختلاف بھی ناگزیر اور محمود اختلف میں سے ہے، جس پر کتاب و سنت کے متعدد ولائل موجود ہیں۔ یہ اختلاف خود ذاتی طور پر محمود و مطلوب نہیں بلکہ یہ کئی مصالح کا باعث ہوتا ہے اور نتیجی بدلتی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں امت کو وسعت ملتی ہے۔ راقم نے زیر نظر مضمون میں اساسی حیثیت سے اختلاف کی شرعی نوعیت کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کو کتاب و سنت، نیز صحابہؓ علماء مجتهدین کی سیرت و کردار کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت جس دور میں ہوئی، اس وقت دنیا گویا فساد بحر و بر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ قرآن مجید کے

الفاظ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (۳)

”لوگوں کے اپنے کئے کی پاٹاں میں بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا۔“

خطہ عرب خاص طور پر اس فساد کا مرکز تھا کہ جہاں کوئی مرکزی حکومت موجود نہ تھی۔ لوگ متفرق و منتشر تھے۔ قبائل نظام مردوج تھا۔ ہر قبیلہ اپنے تین خود مختار تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ انسان غیر محفوظ و غیر مامون تھا اور کسی میجا کی تلاش میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا آخری نبی ﷺ مبعوث کیا، جس نے ان کے دلوں کو ایمان کے ذریعے آپ میں جوڑ دیا اور وہ

اللہ کی رحمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے نسلی و قومی تعریفات کو باہمی محبت و اخوت میں بدل کر کھدیا۔ ان حضرات کو تمدنی و سیاسی زندگی میں جن مسائل سے بھی واسطہ پڑتا، رسول ﷺ وی الہی کی روشنی میں اس کو حل فرمادیتے۔ صحابہ کرامؐ گوپنے بہت سے والوں کے جواب رسول ﷺ کے فعل سے ہی مل جاتے۔ مثلاً صحابہؓ طرح و ضوکرتے جس طرح حضور ﷺ کو وضو کرتا دیکھتے۔ اس طرح نماز پڑھتے جس طرح حضور ﷺ کو نماز پڑھتا دیکھتے۔ یہی آپ ﷺ کا طریقہ تعلیم تھا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی بیان نہیں فرمایا کہ وضو یا نماز کے چار یا چھ فرض ہیں۔ غرض آنحضرت ﷺ سے صرف وہی مسائل دریافت کئے جاتے جن سے سابقہ پڑتا تھا اور آپ ﷺ ان کا فیصلہ فرمادیتے۔

نبی اکرم ﷺ کا جب وصال ہوا تو آپ ﷺ مسلمانوں کیلئے دو چیزیں (قرآن و سنت) چھوڑ گئے جن کو مضبوطی سے پکڑ لینے سے وہ گمراہی سے نجات کرنے تھے۔ مگر آپ کے وصال کے بعد ان معاملات میں جن میں قرآن و سنت کی واضح تصریحات موجود نہ تھیں، مسلمانوں میں مختلف قسم کے اختلافات نے جنم لیا۔ سلسلہ وہی کے انتظام، صحابہ کرامؐ کے مختلف علاقوں میں سکونت اختیار کرنے اور بعد ازاں تغیر زمان و مکان کے ساتھ ان اختلافات میں وسعت آتی گئی۔ یہ اختلافات سیاسی بھی تھے اور کلامی بھی، عقائد میں بھی تھے اور احکام میں بھی۔ بہت سے دوسری مسائل میں صحابہؓ کے درمیان ابتداء اختلاف ہوا لیکن بعد میں ایسے اکثر مسائل میں وہ ایک رائے ہو جاتے تھے اور خاص طور سے بڑے اور دور رس اثرات رکھنے والے معاملات و امور میں ان کا اختلاف ضرور ختم ہو گیا، البتہ فتحی و احکامی اختلافات، جائز حدود کے اندر برقرار رہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ صحابہؓ کا اختلاف رحمت واسعہ ہے اور ان کا اتفاق جب تک قاطع ہے۔ (۲)

جہاں تک احکامی و فقہی اختلافات کا تعلق ہے تو یہ بات ذہن میں رہے کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، سو اسے اس کے کوئی فرقہ باطلہ ایسی فاسد تاویل کرے، جس پر کوئی دلیل موجود نہ ہو؛ کیونکہ کا یہ اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ جو احکام ثبوت، تعارض یا اپنی مراد پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ظنی ہوں، ان میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ اسے شرعی جواز حاصل ہے۔ اس لیے کہ شروعی نصوص میں کئی احتمالات موجود ہیں جبکہ لوگ ذہنی و عقلی صلاحیتوں میں یکساں نہیں۔ صحابہ کرامؐ کے بعد تابعین کا زمانہ آیا اور انہوں نے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؐ کی مختلف توجیہات و تعبیرات کو محفوظ کیا اور نئے حالات و مسائل کے استنباط میں رسول ﷺ اور صحابہ کرامؐ دونوں کو راه برپا کیا اور دونوں کی عطا کردہ روشنی سے استفادہ کیا۔ ظاہر ہے اختلاف، صحابہؓ میں موجود تھا۔ ہر تابعی کو یہ سہولت نہ تھی کہ تمام صحابہؓ کے اقوال جمع کر کے ان میں باہمی تطبیق و ترجیح کی صورت نکالتا۔ پھر ان حضرات نے، جہاں تک ان کے بس میں تھا، مختلف اقوال جمع کئے اور ان میں سے بعض کو بعض پر قوی دلیل کی برپا ترجیح دی اور جو اقوال کمزور نظر آئے ان کو

چھوڑ دیا۔ (۵)

صحابہ و تابعین کے اختلافات کے متعین اسباب تھے۔ چونکہ فقہی مسالک کی بنیاد انہی کے شاگردوں آئندہ مجتہدین کے ذریعے پڑی اس لئے بعض جزوی، اجتنادی اور فروعی مسائل میں صحابہ کرام اور تابعین کے اختلافات کی جملک فقہی مسالک میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ واضح ہے یہ اختلاف ان مسائل میں قطعاً نہیں جن پر دین اسلام کی بنیاد ہے۔ آئندہ مجتہدین میں اختلافات کے مخصوص اسباب و ضمرات درج ذیل ہیں:

۱۔ نص کے ثبوت و عدم ثبوت میں اختلاف

۲۔ فہم نص میں اختلاف

۳۔ متعارض نصوص کے جمع و ترجیح میں اختلاف

۴۔ فقہی اصول اور بعض مصادر فقہ میں اختلاف

سبب اول: نص کے ثبوت و عدم ثبوت میں اختلاف:

تمام آئندہ مجتہدین کے نزدیک استنباط احکام کا مرجع اول نص شرعی ہے جو نص صحیح ثبوت، صریح دلالت اور متعارض سے بر ام الگی تو حکم میں اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اسی کی مخالفت نہیں کی جاتی۔ اسی لئے کئی فقهاء سے یہ قول روایت کیا گیا ہے:

”اذا صاح الحدیث فهو مذهبی“ (۶)

”جب صحیح حدیث مل جائے تو پس وہی میرا طریقہ ہے۔“

نص کی جیت کے باوجود بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ایک امام کو نص ملی اور دوسرے کو نہیں مل سکی۔ علام عبدالرؤف مناوی نے حدود و تحریرات کے ایک مسئلہ میں امام مالک اور امام شافعی کی آراء نقل کی ہیں، جو ایک موقوف روایت اور تعاملی صحابہ کے مطابق نہیں ہیں، تو ساتھ شافعی اور مالکی علماء کے بیانات درج کیے ہیں کہ ان آئندہ کو یہ روایت پہنچ جاتی تو وہ اس کے مطابق فتوی دیتے۔

کما قال صاحب التقریب معتبراً، لو بلغ الخبر الشافعی لقال به، لانه قال اذا صاح العقوبة بقدر الذنب، ولو بلغه ما اعدل عنه،... (۷)

”جیسا کہ صاحب تقریب نے مذکور پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: اگر یہ روایت امام شافعی کے علم میں آجائی تو اس کے مطابق فتوی دیتے، اس لیے کہ ان کا قول ہے، جب صحیح حدیث مجھے پہنچ جاتی ہے تو وہی میرا فتوی ہوتا ہے، اسی طرح

داودیؒ نے امام مالکؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر یہ روایت ان کو پہنچ جاتی تو وہ تعریفی سزا کو جرم کے بعد رہونے کا فتوی دیتے، اور اس روایت سے روگردانی نہ کرتے۔“

عبداللہ بن محمود المصلی الحنفیؓ نے امام ابو یوسفؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؓ نے بیع وقف کے مسئلے میں اپنے امام (ابو حنیفہ) سے اختلاف کیا تھا اور فرمایا تھا:

”لوبلغ (هذا الحديث) ابا حنيفة (لقال به و)، لرجوع اليه (يعنى عن بيع الوقف)“ (۸)

”اگر امام ابو حنیفہ گویہ حدیث پہنچ جاتی تو اسی کے مطابق حکم لگاتے اور بیع وقف کے مسئلے میں اپنے موقف سے رجوع کر لیتے۔“

نص کے وصول و عدم وصول کی وجہ سے حکم میں اختلاف عہد صحابہؓ میں بھی موجود تھا۔ اس کی واضح مثال عہد فاروقیؓ میں پیش آنے والا واقعہ ہے جسے صحیح بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ شام کیلئے رحمت سفر باندھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ شام میں وبا پھیلنے کی خبر ملی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا۔ لوگوں نے مختلف آراء پیش کیے۔ بعض نے وہاں پہنچ جانے، بعض نے واپس چلنے اور بعض نے شام جانے پر اصرار کیا۔ کچھ دیر بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہاں پہنچ جو کسی کام کیلئے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب اختلاف کے بارے میں سناتو فرمایا:

”أَنْ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقُولُ إِذَا سِمِعْتُمْ بِهِ بَارِضٍ فَلَا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بَارِضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ“ (۹)

”اس کا مجھے کچھ علم ہے: میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ جب تم کسی زمین میں وبا کی خبر سن تو وہاں مت جاؤ اور کسی زمین میں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے مت بھاگو۔“
یہ کویا قول فیصل تھا۔ ”فَحَمِدَ اللَّهُ تَعَالَى عَمَّا نَصَرَفَ“ (۱۰)

تو صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ ایک بلکہ زائد احادیث بعض لوگوں کے علم میں نہ ہوتی تھیں، جب کسی سے علم ہو جاتا تو اس کو اپنائیتے، اسی طرح بعد کے علماء کا معاملہ رہا، ابن حجر عسقلانی نے امام بیہقیؓ کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ: لو بلغ ابن عمرؓ حدیث ضباعۃ فی الاشتراط لقال به.. (۱۱) (اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ گویہ حدیث ضباعۃ بنت زیرؓ علوم ہوتی تو وہ (عبادات کو) مشروط کرنے کے مسئلے میں حدیث کے مطابق ہی فتوی دیتے)
اسی لئے امام شافعیؓ، امام احمدؓ سے فرماتے تھے:

اذا صاح عندهم الحديث عن رسول الله علیہ السلام فاخبروا نا به حتى نرجع اليها۔ (۱۲)

”جب تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہو تو ہمیں بتایا کرو تاکہ (اگر ہمارا موقف اس سے ہٹ کر ہو تو) ہم اپنے موقف سے رجوع کر لیا کریں۔“

رب الفضل کے جواز و عدم کا اختلاف بھی عدم و صولی نص کا نتیجہ تھا۔ صحابہؓ میں سے حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ربان الفضل کے جواز کے قائل تھے لیکن جب انہوں نے حضرت ابوسعید الخدريؓ کی حدیث سنی جس میں وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

”لَا تَبِعُوا الظُّهْبَ بِالذَّهْبِ إِلَّا مِثْلُهُ إِلَّا مِثْلُهُ“ (۱۳)

الورق بالورق الا مثلاً بمثلٍ“ (۱۴)

”سوئے کو سونے کے عوض برابر برابر ہی فروخت کرو، اور کم زیادہ کر کے فروخت نہ کرو، اور چاندی

بھی چاندی کے عوض برابر برابر فروخت کرو، اور کم زیادہ کر کے فروخت نہ کرو۔“

تو اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ فقهاء کے اختلاف کا بھی ایک سبب یہی ہے۔

حدیث قلتین (۱۵)۔ اس کی واضح مثال ہے جو بہت مستند روایت ہے لیکن عہدتا بعین میں یہ مشہور نہ ہو سکی اس لئے نہ تو سعید بن الحسینؓ اور نہ ہی امام زہریؓ اس کو جان سکے۔ نہ مالکیہ نے اس پر عمل کیا اس احادیث کے زمانہ میں یہ حدیث مشہور ہو چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس پر عمل کیا۔ (۱۶)

ایک اور مثال ”خیارِ مجلس“ (۱۷) والی حدیث ہے۔ صحیح حدیث ہے اور کثیر طرق سے مردی ہے اور صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی عمل کیا لیکن یہ عہدتا بعین کے فقهاء اور ان کے ہم عصر علماء تک نہ پہنچ سکی اس لئے یہ چیز امام مالکؓ اور امام ابوحنیفہؓ کے زد دیک موجب جرح بن گنی لیکن امام شافعیؓ نے اس پر عمل کیا۔ (۱۸)

ائمه مجتهدین میں سے کوئی بھی ایسا امام نہیں ہے جس نے کسی نص صریح کا انکار کیا ہو البتہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ائمہ کو نصوص تو ملیں لیکن ایک کے زد دیک ثابت ہو گئی جبکہ دوسرے کے زد دیک ثابت نہ ہوئی۔ اسی طرح رجال درودا حدیث کے ضعیف و ثقہ ہونے کے اصول بھی باہم مختلف ہیں جن کی بناء پر ان میں اختلاف واقع ہوا۔ مثال کے طور پر:

(الف) خبر متواتر کے حکم میں اختلاف:

اصطلاح محدثین میں مستور راوی سے مراد وہ راوی ہے جس سے ذور اوی روایت کریں مگر اس کے متعلق جرح و تدہیل کا علم نہ ہو (۱۹) بعض فقهاء نے مستور راوی کو عادل اور بعض نے فاسق قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؓ مستور راوی کو

عادل تصور کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

”المسلمون عدول بعضهم على بعض“ (۲۰)

جبکہ امام محمدؐ کے نزدیک راوی کا حکم فاسق کا ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر امام ابوحنیفؓ کے نزدیک وہ حدیث قابل احتجاج ہوگی چاہے اس میں کوئی مستور الحال راوی ہو جبکہ دیگر فقہاء ایسی حدیث کو قابل احتجاج نہ سمجھیں گے۔ اس اختلاف کی بناء پر اتنباط احکام میں کثیر اختلاف رونما ہوا۔

(ب) رسول حدیث کی جیت میں اختلاف:

علماء اصول کے نزدیک رسول حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ایک تابعی، صحابیؓ کو چھوڑ کر براہ راست حضور ﷺ سے روایت کرے۔ (۲۰) جہاں تک دوسرے اور تیسرے قرن کی رسول احادیث کا تعلق ہے تو وہ علماء احنافؓ کے نزدیک جدت ہیں، (۲۱) جبکہ امام شافعیؓ صرف اسی رسول حدیث کو جدت تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید کی قرآنی آیت یا سنت مشہور سے ہو یا جس پر سلف کا عمل مشہور ہو۔ (۲۲)(ب)

(ج) حدیث جس کا راوی اپنی روایت پر عامل نہ ہو:

وہ روایت جس کے روایت میں سے کوئی راوی (خصوصاً تابعی یا صحابی) اپنی روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے یا اس کا عمل اس کے خلاف ہو تو امام ابوحنیفؓ اور امام ابو یوسفؓ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ امام شافعیؓ اور امام محمدؓ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کی مثال حدیث: القضاء بالشاهد واليمين (۲۲) ہے جسے رہیم نے سہیل بن ابو صالح سے روایت کیا ہے۔ سہیل سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ رہیم آپ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو سہیل نے اس روایت کو تسلیم نہ کیا۔ اگر چہ رہیم اصحاب حدیث کے نزدیک اثقة راوی ہیں۔ (۲۳)

اس روایت پر امام شافعیؓ نے عمل کیا مگر احنافؓ نے عمل نہ کیا۔ اسی طرح حدیث عائشہؓ کے:

”ایما امرأة نكحت بغير اذن ولیها فنکا حها باطل ... الحديث“ (۲۴)

”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔“

مذکورہ حدیث کے راویوں میں ابن شہاب زہری بھی ہیں مگر جب ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ خود حضرت عائشہؓ کا فتوی عمل اس کے خلاف تھا۔ راوی کے انکار کی بناء پر امام ابو حنیفؓ اور امام ابو یوسفؓ نے اس کو قابل استدلال قرار نہیں دیا، جب کہ امام محمدؓ اور امام شافعیؓ نے راوی کے انکار کے باوجود اس حدیث کو جدت مانا۔ (۲۵)

مندرجہ بالا امثلہ سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف فقہاء کا ایک برا سبب روایات کا ثبوت و عدم ثبوت ہے۔ تقریباً ہر امام کے کچھ اقوال و فتاویٰ ایسے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ انہے احادیث نبوی ﷺ کی مخالفت کی اور شرعی نصوص سے اعراض کیا جکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ امام ابن عبد البرؓ مذکورہ امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لیس لا حدمن علماء الامة ان یثبت عنده حدیث عن النبی ﷺ ثم یردد دون ادعاء نسخ علیه باثر مثله او بجماع او بعمل علی اصله الانقیاد اليه او طعن فی سنده، ولو فعل ذلک احد سقطت عدالتہ فضلاً ان یتخذ اما ما ولزمه اثم الفسوق...“ (۲۶)

”امت کا کوئی ایسا مجہد نہیں جس کے سامنے آپ کی حدیث ثابت ہو جائے اور پھر وہ بغیر دعویٰ نہیں یا اجماع یا عمل یا سند میں طعن کے اعتراض کے، اس کو رد کر دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی عدالت جاتی رہے گی چنانچہ کہ اسے امام نہ جائے، بلکہ اس پر اتنا کاب فتن کا حکم لازم ہو جائے گا۔“

سبب ہانی: شرعی نصوص کے فہم میں فقہاء کا اختلاف:

نص کے وصول اور ثبوت میں اتفاق کے باوجود بعض اوقات ثابت ہونے والی نص سے استنباط میں بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً بعض نصوص کے الفاظ میں ہی اختلاف ہے۔ اس کی ایک واضح اور مشہور مثال ”قروء“ کا لفظ ہے۔ قروء کا ایک معنی حیض اور ایک طہر ہے۔ بعض اوقات دونوں معانی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

”قال ابو عمرو بن العلاء“ من العرب من یسمی الحیض قراءاً: و منهم من یسمی الطهر قراءاً، و منهم من یجمعهما جمیعاً، یسمی الطهر مع الحیض قراءاً،“ (۲۷)

اس لئے فقہاء نے اس کے معانی کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

”فقال اهل الكوفة: هي الحيض، وهو قول عمر، وعلى، وابن مسعود، وابي موسى، ومجاهد، وفتادة، والضحاك، وعكرمة، والسدی، وقال اهل الحجاز: هي الاطهار: وهو قول عائشة، وابن عمر، وزيد بن ثابت، والزهری، وابان بن عثمان، والشافعی...“ (۲۸)

بعض اوقات حدیث کو سمجھتے ہیں، ہی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اس کی واضح مثال حدیث بنی قریظۃ ہے کہ غزوہ بنی قریظۃ کے وقت حضور ﷺ نے صحابہ کو مغلہ بنی قریظۃ جلد پہنچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ”لا يصلین احد العصر الافی بنی قریظۃ“ (۲۹)

راتستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ بعض حضرات نے آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا کہ مقصد جلدی کرنا اور چلتا ہے کہ تاخیر نہ ہو، لہذا انہوں نے راتستے میں نماز پڑھ لی۔ اور بعض حضرات نے اس کو ظاہر پر کھانا تو انہوں نے بنی قریظۃ جا کر پڑھی۔ حضور ﷺ نے دونوں کے اجتہادات صحیح قرار دیئے۔ (۳۰)

حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ”میت کے گھروں والوں کے رونے سے اس پر عذاب ہوتا ہے“ (۳۱) حضرت عائشۃؓ نے جب سناتو کہا کہ وہ حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ کی قبر کے پاس سے گزرے۔ اس کے گھروں والے اس پر، رو، رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ اس پر رور ہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے“ (۳۲) اس سے روایی نے یہ سمجھا کہ میت کے عذاب کا سبب اس کے گھروں والوں کا رونا ہے اور یہ گمان کر لیا کہ یہ حکم ہر میت پر فائدہ ہوتا ہے۔ (۳۳)

ایک اور مثال یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک طواف میں رمل (اکڑا کر چلانا) سنت ہے اور ابن عباسؓ کا مسئلہ یہ ہے کہ بنی ﷺ نے فعل ایک وقت ضرورت کے تحت اتفاقیہ کیا تھا۔ (۳۴)

رسول ﷺ نے حج کیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو حج کرتے دیکھا بعض نے کہا آپ ﷺ ممتنع تھے اور بعض نے کہا آپ قارن تھے اور بعض اس طرف گئے کہ آپ مفرد تھے۔ (۳۵)

حج کے کئی مناسک میں اختلاف ائمہ کا ایک سبب یہی حدیث کی تعبیر میں غلط فہمی ہے۔ موقع محل کے مناسبت سے بعض اصحاب نے رسول ﷺ کے فعل کو قانونی حیثیت دی اور بعض نے حالات و تقاضا پر محمول کر کے اس کی مدت متعین کی۔ یہ فرق آگے چل کر بعض مسائل میں اختلاف کا سبب بنا۔

مذکورہ بالا امثلہ سے اسلام کے دو مشہور مدارس فکر: ”درسے ظاہر“ اور ”درسے مقاصد“ کی باہمی اختلافی آراء کو سمجھا جاسکتا ہے۔ ”درسے مقاصد“ شریعت کے مقاصد اور احکام کی تقلیل کو اہمیت دیتا ہے، باہم طور کے نص سے نکراو اور مخالفت نہ ہو، جب کہ ”درسے ظاہر“، نص کی حرفيت و ظاہریت کو پکڑتا ہے، اور اسی پر نگاہ رکھتا ہے۔ علت کی بنیاد پر حکم کی توسعہ و قیاس کا انکار کرتا ہے۔ بعض ایسے علماء بھی ہیں، جو ان دونوں کے اصولوں سے حصہ موقع فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سب سالٹ: نصوص کے جمع و ترجیح میں اختلاف:

شرعی نصوص اگرچہ ایک دوسرے کے معارض نہیں تاہم انسانی عقل و فہم کے آگے چند نصوص باہم معارض نظر آتی ہیں۔ جن نصوص میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے اور ان کے بارے میں فقہاء کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ پہلے تو وہ مکمل حد تک نصوص میں جمع و تقطیق کی کوشش کرتے ہیں جب کہ جمع کرنا ممکن نہیں ہوتا تو پھر ایک کو دوسرا پر ترجیح دیتے ہیں۔

جمع و ترجیح ایک نہایت مشکل عمل ہے جو عمدہ فہم و فراست اور عمیق خور و فکر کا مقاضی ہے، اس لئے شرعی احکام کے استنباط و استخراج میں فقہاء کے اختلاف کا ایک بڑا سبب یہی میدان جمع و ترجیح ہے۔ چند مثالیں حصہ ذیل ہیں:

(الف) صلوٰۃ کسوف اور اس میں قرأت کے بارے میں اختلاف:

امام مالکؓ، امام شافعیؓ اور جمہور اہل حجاز اور امام احمدؓ کا کہنا ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی دور کعیں ہیں اور ہر رکعت میں دو

رکوع میں جبکہ امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کا کہنا ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں دور کعیسیں ہیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع ہے جیسا کہ عیدین و جمعہ کی نماز میں ہوتا ہے۔

اس اختلاف کا سبب صلوٰۃ کسوف کی کیفیت کے بارے میں مردی مختلف احادیث ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے دور کعیسیں پڑھیں اور ہر رکعت میں دور رکوع کئے۔ (۳۶) حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور کوفیوں کی دلیل حضرت ابو بکرؓ اور کئی دوسرے صحابہؓ سے مردی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ کسوف دیگر نمازوں کی طرح ادا فرمائی۔ (۳۷) صلوٰۃ کسوف میں قرأت کا اختلاف بھی اسی نوعیت کا ہے۔ امام مالکؓ و شافعیؓ فرماتے ہیں: قرأت سری ہو گی جبکہ امام ابو یوسفؓ، امام محمدؓ، امام احمدؓ اور اسحاقؓ کا کہنا ہے کہ قرأت بلند آواز سے ہو گی۔ (۳۸)

(ب) قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ ہونے کا اختلاف:

رسول ﷺ نے قضائے حاجت اور استجاء کے وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (۳۹) اس کے متعلق صحابہؓ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ حکم عام ہے اور غیر منسوب ہے لیکن حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کو وفات سے ایک سال پہلے قبلہ رو پیشاب کرتے دیکھا۔ (۴۰) اس لئے ان کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے اس فعل سے پہلی ممانعت منسوب ہو گئی اور ابن عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔ (۴۱) لہذا آپ ﷺ نے بھی سابقۃ الذکر حکم کی تردید کی۔ بعض اصحاب نے دونوں روایتوں میں مطابقت کرنے کی کوشش کی چنانچہ شعاعیؓ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ ممانعت کا تعلق صحراء (کھلے میدان) سے ہے۔ لہذا اگر آدمی بیت الخلاء میں ہو تو قبلہ کی طرف رخ ہونے یا پشت ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۴۲)

(ج) نماز میں امام کے پیچھے مقتدی کا فاتحہ پڑھنا:

اس ضمن میں ائمہ مجتہدین کے تین اقوال ہیں: ایک یہ کہ مقتدی فاتحہ پڑھنے گا چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ امام

شافعیؓ اور امام احمدؓ کا یہی موقف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنے گا چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ یہ امام ابوحنیفہؓ کا قول ہے تیسرا موقف یہ ہے کہ مقتدی سری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے گا لیکن جہری نمازوں میں نہیں پڑھنے گا چاہے امام مالکؓ کا قول ہے۔

ائمہ مجتہدین کی ان اختلافاتی آراء کا سبب نصوص کا بظاہر اختلاف و تعارض ہے۔

سبب رافع: فقہی اصولوں اور بعض مصادر فقہ میں اختلاف

فقہاء مجتہدین نے بعض مصادر کی جیت اور اجتہادی اصولوں میں بھی باہم اختلاف کیا جس کے زیر اثر کئی مسائل میں ان کی آراء مختلف ہو گئیں۔ پہنچنا لیں درج ذیل ہے:

(الف) اہل مدینہ کے طریق سے استدلال میں اختلاف:

امام مالکؓ کے نزدیک اہل مدینہ کا اجماع مصادر قانون میں سے ایک مصدر ہے۔ ایک خط میں امام لیث بن سعد کو اس کی کوئی وجہات بھی لکھیں۔ (۲۳) جبکہ امام مالکؓ کے اس موقف کو تسلیم نہ کیا۔ اس اصل میں اختلاف کی بناء پر کئی فروعی احکام میں اختلاف ظاہر ہوا۔ مثلاً امام مالکؓ ذی رحم رشتہ داروں مثلاً ماموں، پچا وغیرہ کو وارثت میں حق نہیں دیتے کہ اہل مدینہ کا عمل اسی پر ہے جبکہ احناف اور حنابلہ کا موقف اس کے عکس ہے اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور حدیث کا عمومی حکم ہے۔ (۲۴) جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: ”والحال من لا وارث له“ (۲۵) (اور جس کا وارث نہ ہو تو اس کا وارث ماموں (یا پچا) ہے)

(ب) مفہوم مخالفت کی جیت میں اختلاف:

اس اختلاف کا اثر کئی مسائل پر پڑا۔ مثلاً آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت کے باوجود مسلمان یا اہل کتاب کی لوٹیوں سے نکاح کرنے کا مسئلہ۔ جبکہ کہنا ہے کہ لوٹیوں سے نکاح کی اجازت عدم طول کے ساتھ مشرد طب ہے کہ اللہ کا فرمان ہے:

”من لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحسنات المؤمنات فمن ما ملكت

ایمانکم من فتیاتكم المؤمنات... الخ“ (۲۶)

”او تم میں سے جو پاک بازمومین عورتوں سے نکاح کا مقدور نہیں رکھتا تو مومن لوٹیوں سے نکاح کر لے۔“

ذکر وہ فرمان ﷺ کے مفہوم مخالف سے جبکہ احناف کے قول کی تائید ہوتی ہے جبکہ احناف نے عدم طول کی شرط نہیں لگائی۔ ان کی دلیل اللہ کے فرمان کا عรวม ہے جس میں ارشاد ہے:

﴿فَإِنْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲۷)

”پس جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو،“

(ج) عام کو خاص پر محول کرنے میں اختلاف:

جبکہ احناف کے نزدیک عام کی دلالت ظنی ہے اور خاص کی قطعی۔ لہذا خاص کی موجودگی میں عام پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ احناف کا موقف اس کے عکس ہے۔ مثال کے طور پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ فخر جنوبی کے قصاص میں مسلمان کو قبل نہیں کیا

جائے گا البتہ مسلمان کو کافر ذمی کے بد لے میں قتل کرنے میں اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے میں کافر ذمی کے بد لے میں

مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا ان کی دلیل احادیث ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لا يقتل مسلم بكافر“ (۲۸) ”کافر کے قصاص میں مسلم کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“

اور ”لا لا يقتل مومن بكافر ولا ذوعهد في عهده“ (۲۹)

”اور نہ تو کافر کے قصاص میں مومن کو قتل کیا جائے گا اور نہ ہی ذمی کے قصاص میں۔“

درج بالا احادیث کافر ذمی کے قصاص میں مسلمان کے قتل کی ممانعت میں خاص ہیں۔ جبکہ احناف نے اللہ کے

فرمان کے عمومی حکم سے استدلال کیا ہے جس میں ارشاد ہوا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كِتَابُكُمُ الْقَصَاصُ فِي الْقَتْلَىٰ...﴾ (۵۰)

”اے ایمان والو! قتل کے سلسلے میں تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔“ اور ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

الخ﴾ (۵۱)....

”ہم نے ان پر جان کے بد لے کا اصول فرض کر دیا ہے۔“

(د) مطلق کو مقید پر محمول کرنے میں اختلاف:

جمہور کی رائے یہ ہے کہ چند شروط کے ساتھ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا جبکہ احناف کا کہنا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اس اصل میں اختلاف کی بنابر فروعات میں کئی اختلافات رومنا ہوئے ہیں جیسے حرمت رضاعت میں دودھ کی مقدار کے بارے میں امام ابو حنیفہؓ کا متوقف ہے کہ دودھ کی مقدار چاہے قابل ہو یا کثیر، حرمت لازم آجائے گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں مطلق حکم وارد ہوا ہے:

﴿وَامْهَاتُكُمُ الْأَتْيَى إِرْضَعْنَكُمْ...الخ﴾ (۵۲) ”او تھماری وہ ما میں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو۔“

احادیث میں بھی آیا ہے۔ ”يحرم من الرضاع ما يحرم من النصب“ (۵۳) رضاعت سے وہ تمام

رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں۔

امام شافعیؓ اور امام احمدؓ نے خمس رضاعت کی شرط لگائی ہے اور اس ضمن میں وارد حضرت عائشہؓ کی روایت کو رضاعت کے بارے میں قرآنی آیات و احادیث کا مقید قرار دیا ہے۔ (۵۴) حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے

فرمایا:

”لا يحرم من الرضاع الخمس رضاعات“ (۵۵)

”پانچ رضاعت (گھونٹ) سے کم پر رضاعی رشتے حرام نہیں ہوتے۔“

فقہی اختلافات کی حقیقت

علاوہ ازیں بعض امور کا تعلق مرور زمانہ سے بھی ہے مثلاً امام ابو حنیفہؓ اور امام مالکؓ کا عبید ہد بنوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے قریب تر تھا، ابھی علم دین اور شریعت کے بارے میں بے احتیاطی، خود غرضی یا دیگر خراہیاں پیدا نہیں ہو سیں تھیں۔ جب کہ بعد کے دور میں معاشرہ ایسا نہیں رہا اور ائمہ مجتهدین نے اس بات کا خیال رکھنا پڑا۔ چنانچہ بعض اصول میں اختلاف کا سبب بھی امر ہے۔

الغرض ائمہ مجتهدین کے فروعی مسائل میں اختلافات موجودہ مسلکی اختلافات کی طرح خواہشات نفسانی، شخصی پسند و ناپسند یا کسی تعصباً یا بد نیتی کا نتیجہ نہ تھے۔ نصوص شرعیہ میں احتمالات اور انسانی عقل و فہم کے مدارج میں اختلاف کی وجہ سے ان فقہی اختلافات کا ظہور ایک فطری امر ہے۔ ائمہ مجتهدین رحمہم اللہ زہد و تقویٰ، علم عمل اور درع و احتیاط میں بے مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اجتہادی آراء کا صلی ضرور عطا فرمائیں گے۔ حضرت عمر بن العاصؓ سے مردی ہے:

”اذا حکم الخاکم فاجتهد فاصاب فله اجران ، واذا حکم فاجتهد فاختطا فله اجر“ (٥٦)

”جب حاکم فیصلہ کرتا اور اجتہاد کرتا ہے پس اگر صحیح فیصلہ کرے گا تو اس کو دو اجر میں گے۔ اگر خطأ کرے گا تو ایک اجر ملے گا۔“

اس نے امام آمدیؒ فرماتے ہیں:

”اتفق أهل الحق من المسلمين على أن الائم محظوظ عن المجتهدين في الأحكام الشرعية“ (٥٧)

”مسلمان الہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ شرعی احکام میں مجتهدین کو گناہ نہیں ہو گا۔“

محترر یہ کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں مختلف اقالمیں و امصار میں اسلام کے مختلف شعبوں میں ان باکمال بزرگوں کے کمالات کا ظہور ہوتا رہا۔ وہ اختلاف کو اختلاف نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو عوام الناس کیلئے سہولت و گنجائش قرار دیتے تھے اور آپس میں ان کا تعلق اخوت و محبت کا تھا۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

”لا تقولوا الاختلاف العلماء في كذا وقولوا قد وسع العلماء على الامة بذلك“ (٥٨)

”یہ مت کہو کہ فقہاء نے فلاں مسئلے میں اختلاف کیا بلکہ یوں کہو کہ فلاں مسئلے میں علماء نے امت کیلئے وسعت پیدا کر دی۔“

لہذا الہل علم کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ کیا جائے، کسی عالم کے کسی قول کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ اس نے کسی دلیل، یا نص کی مخالفت کی نیت کی یا جگہ شرعیہ سے نکلنے کا رادہ کیا ہے، بلکہ اس کے قول کی یہ تاویل کی جائے کہ دلیل اس کو نہیں پہنچی، یا دلیل کے خلاف کوئی اقویٰ بات اس کو معلوم ہوئی، یا اس نے خاص حالات و پس منظر کا لحاظ کیا، یا نص کے

ورود و نزول کے سبب یاد اتعہ اور اس کے متعلقہ کالم لحاظ کیا۔ (۵۹)

ضرورت ہے کہ امت کی صفوں میں پائے جانے والے دیگر مختلف قسم کے اختلافات و انتشارات کو منظم کیا جائے، اختلاف سے متعلق تعلیمات وہدیات، احکام و رہنمائیوں کو امت کے اندر عام کیا جائے، جن کی بناء و بنیاد مضبوط و منظم قواعد، علمی آداب اور اخلاقی اصول و ضوابط پر ہو، اور پھر ان کے واسطے سے اختلاف کے قابل تعریف نتائج و آثار تک پہنچا جائے اور ان کو حاصل کیا جائے۔ (۶۰) اہل علم، اور اہل دعوت کو اپنے اپنے دائرے میں متفق علیہ امور و نکات سے واقفیت حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ، ارباب افتاء، اور طلباء سب پر لازم ہے کہ اپنے اقوال و آراء میں وقت نظر کو اپنا کیں اور دلائل میں غور و فکر کر کے تحقیقی انداز فکرا پنا کیں۔ مسائل اختلافیہ میں سوچ سمجھ کر بات کریں۔ اہل ایمان میں باہمی آنکوت و محبت کو اجاگر کریں اور آپس میں ییدا ہونے والے بعض اور حسد و عداوت کی بخت سے حوصلہ شکنی کریں۔

حوالہ جات

- ۱- چیزے ابو طیب متبوع کہتا ہے:
 تخالف الناس حتی لا اتفاق لهم الاعلى شجب والخلف في الشعب
 (لگوں میں ایسا اختلاف ہے کہ ان میں کوئی اتفاق نہیں رہ گیا، البته موت پر اتفاق ہے اور موت کے بارے میں بھی اختلاف ہے)
 فقیل تخلص نفس المرء سالمة و قیل تشرک جسم المرء فی العط
 (بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت کے بعد انسان کی روح محفوظ رہتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح بھی جسم کے ساتھ موت میں شریک ہوتی ہے) قرآن میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:
- ﴿وَمِنْ أَيْمَنِهِ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالخَلَقَ السَّمَكَ وَالْوَانِكَمَ إِنْ فِي ذَلِكَ لَا يَنْتَلِعُ لِلْعَلَمِينَ﴾ (الروم: ۲۲)
- (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بناتا ہے اور تمہارے لب و لہجہ اور رنگوں کا الگ ہوتا ہے، اس میں داشمنوں کے لیے نشانیاں ہیں)
- ۲- چیزے قرآن میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا يَرَوُنَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ وَلَذِكْرِ خَلْقِهِمْ (ہود: ۱۱۸-۱۱۹)
- (یہ یہی شے اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور آپ کے رب نے ان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے)
 یہ اختلاف رائے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: کیوں کہ لوگوں کی سوچ میں فرق کی بنا پر جو اختلاف رائے پیدا ہو رہا ہے، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور یہ بات بھی الشیعاتی کی قدرت میں تھی کہ ان مسائل کو قرآن مجید ہی میں صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جاتا تا کہ کوئی اختلاف کی نوبت نہ آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں اختلاف رائے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔
- ۳- الرؤوم: ۴۱ ابن قدامة: لمعة الاعتقاد، ص ۳۵
- ۴- ایمنی، تقی، فقه اسلامی کا تاریخی پرس منظر، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۳۸۵،
- ۵- الصناعی، محمد: سُبُّلُ السَّلَامِ بِشَرْحِ بُلُوغِ الْمَرَاءِ، کتاب الجنایات والحدود، ص ۲۱۵؛ ابو شہبہ، محمد بن محمد: الاسرائیلیات والمواضیعات فی کتب التفسیر، باب غلبة الضعف فی التفسیر بالماثور، مکتبۃ السنّۃ بمصر، ص ۱۰۶؛ ابو زہرہ، حیات امام ابو حنیفہ (مترجم اردو)، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۴۲۷
- ۶- السناری، عبد الرؤوف: فیض القدیر شرح جامع الصغیر، دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۵۷۷/۶
- ۷- الموصلی، عبدالله بن محمد، الحنفی: الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الوقف، دار الكتب العلمية بیروت، ۲۰۰۵ء، ۴۷۱۳
- ۸- مالک، الامام، الموطا (مع شرح الحوالہ) باب ماجاء فی الطاعون، مصر، ۳۱۸، رقم الحديث: ۵۱۳۵۶، ۲۰۰۵/۲؛ بخاری: الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون، رقم الحديث: ۵۲۸۸
- ۹- مالک: الموطا، حوالہ سابق
- ۱۰- عسقلانی، ابن حجر: موقع الاسلام، کتاب الحجج، باب الاحدصار فی الحجج، رقم الحديث: ۱۶۸۲
- ۱۱- اصفهانی، ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء، ۱۷۰/۱۹
- ۱۲- مسلم، الجامع الصحیح (مع الشرح للنووی) کتاب المساقات والمزارعۃ، باب الریا، لاہور ۱۹۸۱ء، رقم الحديث: ۳۸۵۱۰۱
- ۱۳- یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میرانوں اور جنگلوں کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر درندے اور جو پائے بار بار آتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جب پانی دونکوں کی مقدار میں ہو تو پاک نہیں ہوتا۔ الترمذی، الجامع

- الصحيح، وهو السنن، ابواب طهارة باب ماجاء ان الماء لا ينجسه، مصر ٢٥٦، ١:٩٧، رقم الحديث: ٦٢
- ولى الله، شاه، الانصاف في بيان سبب الاختلاف، لاهور، (س-ن)، ص ٢٩
- پوري حدیث اس طرح ہے: ان رسول اللہ ﷺ قال البیغان کُلُّ واحدٍ مِنْهُمَا بِالْجَيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَالِمٌ يَتَفَرَّقُ إِلَيْهِ
الجیار۔ (دونوں سودا کرنے والوں کو مجلس سے الگ ہونے سے پہلے پہلے تک سو دے کی مشوفی کا اختیار ہوتا ہے، ہاں اگرچہ خیار ہو
تو مجلس کی برخانگی کے بعد بھی مشوفی کا اختیار ہتا ہے) مسلم، الجامع الصحيح (مع الشرح للنووی)، کتاب البيوع،
باب ثبوت خیار المجلس للتابعین، حوالہ مذکور، ٤/١٥٥، رقم الحديث: ٢٨٢١
- ولى الله، شاه، الانصاف في بيان سبب الاختلاف، لاهور، (س-ن)، ص ٢٩
- محمد عجاج، الدكتور، اصول الحديث، طبع، بمصر، ص ٢٧١؛ عسقلانی، ابن حجر: نزهة النظر في توضیح
نحبة الفكر، مکتبۃ مشکاة بمصر، ص ٢٦
- السرخسی، المبسوط، طبع بمصر، ٤٠١، ٤٣١؛ العینی، بدرالدین احمد بن محمود: عمدة القاری شرح
صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، بیروت، ٦٢٠، ٢٠٠؛ الطحان، الدكتور، تفسیر مصطلح الحديث، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ٧٠
- السرخسی، المبسوط، طبع بمصر، ٤٠١، ٤٣١
- (ب) مراہیل احادیث کے بارے میں ائمۃ فوہ و حدیث کے مکوف کے لیے رکھیے!
- عسقلانی، ابن حجر: النکت على ابن الصلاح، الفصل الاول، شائع المدينة المنورة، ٨٤/٩١، ٤٣٩
- بیهقی، ابوبکر احمد بن حسین: السنن الکبری، کتاب الشهادات، باب القضاة باليمین مع الشاهد، مجلس دائرة
المعارف حیدر آباد، ٤٣٤، ١٦٨/١٠، رقم المدیث: ٣١٥٣؛ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ---حدثنا سلیمان بن بلا عن
ربیعة عن سہیل بن ابی صالح عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ قضی بالیمن مع الشاهد
- السرخسی، المبسوط، طبع بمصر، ٤٠١، ٤٣٢؛ امام سرخسی کے الفاظ ہیں: وبيان هذا فيما رواه ربیعة عن
سہیل بن ابی صالح من حدیث القضاة بالشاهد والیمن ثم قبل لسہیل ان ربیعة یروی عنک هذالحدیث فلم یذکرہ
و جعل یروی و یقول حدثنا ربیعة عنی و هو ثقة وقد عمل الشافعی بالحدیث مع انکار الراوی ولم یعمل به
- علمائنا رحمهم الله
- الترمذی، الجامع الصحيح، کتاب النکاح، باب ماجاء لانکاح الاولی، ٣/٨٠
- ابن رشد، بدایة المجتهد، طبع بمصر، ٢٧١، ١٣٧؛ کتاب النکاح، ص ٢٤
- ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، مکتبۃ منیر یہ، مصر، ٣/١٣٨
- قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، مصر ٣٦٩، ٣/١٩٣
- ایضاً، ص ٢٣
- بخاری، الجامع الصحيح، کتاب المغازی، باب مرجع النبي ﷺ من الاحزاب، کراچی، ٢/٦٧
- ابن حجر، فتح الباری، ٨/١١
- الترمذی، الجامع، الصحيح، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الرخصة فی البکاء، ٣/٢٧
- ایضاً
- ولى الله، شاه، الانصاف في بيان سبب الاختلاف، ص ١٠
- ایضاً
- ایضاً
- بخاری، الجامع الصحيح، ابواب الكسوف، باب الرکعة الاولی فی الكسوف، ١/٤٧
- ایضاً
- ابن رشد، بدایة المجتهد ونهاية المتقصد، ١/٥١
- الترمذی، الجامع الصحيح، ابواب الطهارة، ١/١٥

فقهي اختلافات کی حقیقت

- ٥٠- ايضاً
 ٥٣- البيانونی، ابوالفتح، دراسات فی الاختلاف الفقہی، مکتبۃ الہدی، حلب، ١٩٧٥، ص ٧٢
 ٥٣- ايضاً
 ٥٥- الترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الفرائض، باب ما جاء فی میراث الحال، کراچی، ٧٦٨/١
 ٥٦- النساء: ٢٥
 ٥٧- النساء: ٣
 ٥٨- بخاری، الجامع الصحیح، ابواب الديات، باب لا يقتل المسلم بالكافر، ٧٥٥/٣
 ٥٩- ابوداؤد، السنن، کراچی، ١٤٤/٢
 ٥١- المسند: ٤٥
 ٥٣- النساء: ٣٣
 ٥٣- الترمذی، محمد بن عیسیٰ: الجامع الصحیح، كتاب الرضاع، ٤٥٠/٣
 ٥٣- ابن رشد، بدایة المحتهد و نهایة المقتضى، كتاب النکاح، ٢٢/١
 ٥٥- الترمذی، الجامع الصحیح، كتاب الرضاع، ٤٥٥/٣
 ٥٦- بخاری، الجامع الصحیح، باب احرالحاکم اذا جتهد فاصاب او اخطاء، ٩٤٨/٣
 ٥٧- الامدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ٢٤٤/٤
 ٥٨- الشعرانی، عبد الوهاب، المیزان الکبریٰ، قاهرہ، ١٢٧٩، ص ٢١٨
 ٥٩- ضرورت ہے کہ ہم اپنے مدارس اور تعلیمی اداروں میں یہ مساجد میں اختلاف کے آداب و اخلاقیات کے درس و تدریس کا اہتمام و نظم کریں، اور اپنے نوجوان لڑکوں و لڑکیوں کو اس کی عملی تربیت و مشق پر محنت کرائیں تاکہ یہ چیز ایک ہی وقت میں ہماری عادت بھی ہو اور عبادات بھی ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے! سلمان فہد عودہ: فقه الاختلاف — ولا یزالون مختلفین، (اردو ترجمہ: محمد عبید اللہ الاسعدی، بعنوان: اختلاف رائے)، ایضاً پہلی کیشنز، نئی دہلی، ٢٠١٢ء (صفحات ١٥٩)۔ جیسے صاحب کتاب نے امام شافعیؓ کا ایک قول نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "الام" میں نقل کیا ہے کہ جو آدمی کسی علمی و فقہی مسئلہ میں مجھ سے اختلاف رکھتا ہے، میں اس سے یہ نہیں کہتا کہ وہ اللہ سے توہ کر کے کیوں کہ توہ بگنا ہوں سے ہوتی ہے، اور ایسا آدمی (گنگا رنیس ہوتا بلکہ) ایک اجر یادو اجر کا حق دار ہوتا ہے۔ ص ١٥٣
 ٦٠- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے! سلمان فہد عودہ: فقه الاختلاف، ص ١٤١، ١٤٢؛ البيانونی، ابوالفتح، دراسات فی الاختلاف الفقہی، مکتبۃ الہدی، حلب، ١٩٧٥، صفحات ١٠١، ١١١؛ السعیدان، ولید بن راشد: شاه ولی الله: الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، دارالسنانیس بیروت، ١١١ صفحات؛ السعیدان، ولید بن راشد: وجوب الجمع بین الادلة، ١٢٠ صفحات؛ علی بن نائف الشہود: الخلاصة فی بیان اسباب اختلاف الفقهاء، ٣٦١ صفحات